بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا

تمھیں کیا ہوگیا ہے تمھارے نزدیک اللہ کا کوئی وقار نہیں

وَاتَّقُوا اللّٰہَ.....

حصّہ دوم

ولکن تعمی القلوب......

قبر پرستی کا شرک اس آخری اُمّت میں ہی رواج پذیر نہیں ہوا بلکہ سابقہ مشرک اُمّتیں بھی، حقیقی معنوں میں، اس بُرائی، یعنی قبر و بُت پرستی کے شرک میں مُبتلا رہی ہیں۔ چنانچہ ایسے ہی ماحول میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اُن کی دعوت پر لبیک کہنے والے خوش نصیبوں نے اللہ کی طرف سے کامیابی کا مُژدہ سُنا جبکہ اکثریت کو، جو بدستور اپنے آبائی دین کو اختیار کئے رکھنے پر بضد تھی، اُس بُرے انجام کی وعید سُنائی گئی جو ایسے لوگوں کا مقدر ہوتا ہے۔ اس جرم (قبر پرستی) کی اصل، عقیدہ عود روح یعنی حیات بعد الممات فی القبر ہے اور اس آخری اُمّت میں اس عقیدے کو سندِ جواز تیسری صدی کے، مسئلہ خلق قرآن کے ہیرو، امام احمد بن حنبل نے عطا کی۔ وہ فرماتے ہیں:۔

والإيمان بمنكر ونكير، وعذاب القبر. والإيمان بملك الموت يقبض الأرواح: ثم ترد في الأجساد في القبور، فيسألون عن الإيمان والتوحيد،

ترجمہ:۔ "منکر نکیر، عذاب قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے، پھر ارواح کے قبروں کے اندر جسموں میں لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے

میں سوال ہوتا ہے۔" (طبقات حنابلہ جز اول ص ۳۴۴)

امام احمد بن حنبل کے اس عقیدے کو جو قبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی ہے اس سے ہر خاص و عام واقف ہے۔ ابن تیمیہ نے اس کا اعتراف اِن الفاظ میں کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

" وأما رسالة "احمد بن حنبل" إلى مسدد بن مسرهد فهي مشهورة عند اهل الحديث والسنة من اصحاب احمد وغيرهم تلقوها بالقبول".

ترجمہ:۔ "اور رہا احمد بن حنبل کا خط مسدد بن مسرھد کے نام تو وہ حدیث و سُنّت کے اہلِ علم اور احمد کے اصحاب وغیرہ میں مشہور ہے اور انہوں نے اس کو قبولیت کا درجہ دیا ہے۔"

(مجموع الفتاویٰ، ابن تیمیہ جلد ۵ ص ۳۹۶)

خیال رہے کہ یہ محض ابن تیمیہ کا قول نہیں بلکہ حقیقت کا اعتراف اور فنی انداز میں احمد بن حنبل کے خط بنام مسدد بن مسرھد کا اثبات ہے۔ کیونکہ علماء رواۃ اور روایات کی تصحیح و تضعیف اور انکار و اثبات کے لئے مختلف اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں "تلقو بالقبول" کی اصطلاح بھی رواۃ اور روایات کے اثبات کیلئے استعمال کی جانے والی ایک اصطلاح ہے جس کا استعمال ابن تیمیہ نے اس موقع پر کیا ہے۔ اس اصطلاح کا استعمال کب اور کس موقع پر کیا جاتا ہے، اس کے لئے اتنا بتا دینا کافی ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کو "تلقتها بالقبول" کا مقام حاصل

ہے۔ صحیح مسلم کے شارح امام نووی لکھتے ہیں :۔

"اتفق العلماء رحمھم اللہ علی ان اصح الکتب بعد القرآن العزیز الصحیحان البخاری ومسلم، وتلقتھا بالقبول" (شرح مسلم، نووی)

ترجمہ: "علماء رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن عزیز کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتب صحیحین یعنی بخاری و مسلم ہیں جن کو قبولیت کا درجہ حاصل ہے"۔

احمد بن حنبل کی شخصیت کے سحر میں گرفتار، افراد کی طرف سے اس معقول بات کا جواب کچھ اس طرح دیا گیا ہے:

" ابن تیمیہ کا کسی چیز کو مشہور کہنا اس کی مقبولیت کی دلیل ہے تو پھر مجموع الفتاوی میں ابن تیمیہ نے فقہ اکبر کو بھی امام ابوحنیفہ کی کتاب مشہور ہونے کا ذکر کیا ہے"۔

(اجتماع المسلمین کا یادگاری مجلہ حصہ ششم ص ۴۱، ۴۲)

احمد بن حنبل کے دفاع میں سرگرم عمل، ان افراد کی یہ بات عقل و خرد سے فراغت اور علم و آگہی سے بیگانگی کی علامت ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فقہ اکبر کی ابوحنیفہؒ کی طرف نسبت کا انکار کرنے والے جم غفیر کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تب بھی کوئی فرق واقع نہیں ہوتا کیونکہ فقہ اکبر کو ابوحنیفہ کی کتاب بتانے والے بھی اس ضمن میں "فقہ اکبر" سے موسوم دو کتابوں کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ "فقہ اکبر" جس کی شرح ملا علی قاری نے کی ہے (اس میں اعادہ روح والی بات موجود ہے) ابوحنیفہ بخاری کی تصنیف ہے جبکہ "فقہ اکبر مرویہ" جس کی شرح امام ماتریدی نے

کی ہے (اس میں اعادہ روح والی بات نہیں ہے) ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی ہے۔ چنانچہ حنفی عالم مفتی عزیز الرحمن اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:۔

"فقہ اکبر دو ہیں اور اتفاق سے دونوں کے مصنف کا نام بھی ابوحنیفہ ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ایک ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت الکوفی المعروف بامام اعظم، صاحب مسلک حنفیہ اور دوسرے ابوحنیفہ محمد بن یوسف البخاری المعروف بابی حنیفہ ہیں، ان دونوں حضرات کی کتاب کا نام بھی فقہ اکبر ہے اور دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے"۔ (امام اعظم ابوحنیفہ: مفتی عزیز الرحمن ص ۳۶۲، ۳۶۳)

"علامہ برنجی فرماتے ہیں کہ علامہ قاری نے جس فقہ اکبر کی شرح لکھی ہے وہ ابوحنیفہ بخاری کی فقہ اکبر ہے"۔ (ایضاً ص ۳۶۴)

"علامہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاوی میں تحریر فرمایا ہے کہ فقہ اکبر مشہور ابوحنیفہ بخاری کی تصنیف ہے اور فقہ اکبر مرویہ امام صاحب کی کتاب ہے"۔ (ایضاً ص ۳۶۵)

" علامہ شبلی اور ابوزہرہ مصری کو اشکال ہے کہ فقہ اکبر میں جن اصطلاحات مثلاً بالکیف، بالعرض، بالذات کا ذکر ہے اور جن مسائل مثلاً کرامات اولیاء اللہ کا تذکرہ ہے، یہ سب بعد کی چیزیں ہیں امام صاحب کے زمانے میں ان کا وجود نہیں تھا۔ بیشک، لیکن یہ شک فقہ اکبر مشہور پر کیا جا سکتا ہے نہ کہ فقہ اکبر مرویہ پر، فقہ اکبر مرویہ میں نہ یہ

اصطلاحیں ہیں اور نہ ان مسائل کا ذکر ہے"۔ (ایضاً: ص ۳۶۶)

"دونوں [فقہ اکبر] میں زمین وآسمان کا فرق ہے"۔ (ایضاً: ص ۳۶۳)

یہاں یہ بھی خیال رہے کہ جس "فقہ اکبر" کی ابن تیمیہ نے ابو حنیفہؒ کی طرف نسبت کی ہے وہ، وہ "فقہ اکبر" ہرگز نہیں ہے جس کی شرح ملا علی قاری نے لکھی ہے اور جس میں عود رُوح کا تذکرہ ملتا ہے بلکہ ابن تیمیہ نے اُس "فقہ اکبر" کی نسبت ابو حنیفہؒ کی طرف بتائی ہے جس کی شرح امام ماتریدی نے کی ہے اور اس میں اعادہ روح والی بات نہیں ہے۔ چنانچہ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ابن تیمیہ نے حمویۃ میں فقہ اکبر مرویہ کے جو خصوصیات گنوائے ہیں، وہ فقہ اکبر مشہور پر منطبق نہیں ہوتے ہیں"۔

(امام اعظم ابو حنیفہ، ص ۳۶۵)

اَب بات بالکل واضح ہے کہ ابن تیمیہ نے جس "فقہ اکبر" کو ابو حنیفہ کی کتاب بتایا ہے اس میں اعادہ روح کا تذکرہ نہیں ہے، اس طرح ان لوگوں کے استدلال کی عمارت کا اہم ستون خود بخود گر جاتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا مختصر وضاحت کے بعد بھی احمد بن حنبل کے دفاع کیلئے فقہ اکبر اور ابو حنیفہ کے مسئلہ کو آڑ بنانا محض فریب کاری ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

طُرفہ تماشہ یہ ہے کہ احمد بن حنبل کے دفاع میں لکھے جانے والے مضمون کو "علمی محاکمہ" کا نام دیا گیا ہے جبکہ ہمارے نزدیک اس میں علم ہی کا تو فقدان ہے، اس طرح ان کی یہ سعی نامراد بھی مغالطہ ہو کر رہ گئی ہے۔ اگرچہ کم علمی سے کئے گئے اس محاکمہ کی ہر سطر سے مضمون

نگار کے زعم علمیت کی گھن گرج ظاہر ہو رہی ہے۔ قارئین کیلئے اس کی مثال بھی پیش کئے دیتے ہیں۔ مضمون نگار احمد بن حنبل کے خط بنام مسدد بن مسرھد کے متعلق رقمطراز ہیں کہ:

"سند کے رواۃ پر نظر ڈالنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابن بطہ سے لیکر طبقات حنابلہ والے تک، نیچے کے رواۃ سب مجروح، غیر معروف اور مجہول ہیں، جن کا ذکر دفتر رجال میں باوجود تلاش کے نہیں ملتا ہے"۔ (اجتماع المسلمین کا یادگاری مجلہ ۲ حصہ ششم ص ۳۳)

اب ان کی اس بات سے تو قارئین یہی سمجھیں گے کہ مضمون نگار سند کی معرفت رکھتے ہیں اور انہوں نے باقاعدہ سند دیکھ کر ہی یہ تحریر کیا ہوگا کہ "سند کے رواۃ پر نظر ڈالنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ......" لیکن قارئین، ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ مضمون نگار کو سند کی معرفت ہونا تو بڑی چیز ہے، سند دیکھنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا ہے۔ یہ محض علمیت جھاڑنے کیلئے سادہ لوح لوگوں پر جعلی رعب و دبدبے کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ ہماری اس بات کا ثبوت بھی ملاحظہ کرلیجئے ورنہ متفرقات حنابلہ ہماری اس بات کو الزام تراشی قرار دیکر گلو خلاصی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ طبقات حنابلہ کے مصنف نے اس کی سند کچھ اس طرح بیان کی ہے:۔

"انبانا علی عن ابن بطۃ" (طبقات حنابلہ جلد ص ۳۴۱)

قارئین! جیسا کہ آپ نے سند میں ملاحظہ فرمایا ہے کہ طبقات حنابلہ کے مصنف اور ابن بطۃ کے درمیان صرف ایک شخص ہے لہٰذا اب مضمون نگار یہ بتائیں کہ ابن بطۃ سے طبقات حنابلہ کے مصنف تک سب رواۃ مجروح، غیر معروف اور مجہول کس طرح

ہوں گے ؟ ایک دوسرا شعبدہ یہ بھی ملاحظہ ہو کہ وہ راوی کو بیک وقت مجروح، غیر معروف اور مجہول قرار دیتے ہیں حالانکہ جس کے متعلق معلوم ہی کچھ نہ ہو، اس کو مجروح کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس کی وضاحت مضمون نگار کسی موقع پر فرما دیں تو بہتر ہوگا۔ مضمون نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ :۔

"جن کا ذکر دفتر رجال میں باوجود تلاش کے نہیں ملتا ہے"۔ (ص ۳۳)

قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ جن رواۃ کا ذکر مضمون نگار صاحب کو پورے دفتر رجال میں نہیں ملا، ان پر مجروح ہونے کا حکم انہوں نے کس بنیاد پر لگایا ہے؟ اگر وہ اس سلسلہ میں اس بات کو بنیاد بنائیں کہ ان کو رواۃ کے مجروح ہونے کا علم بذریعہ کشف و خواب ہوا ہے تو بات تب بھی نہیں بنتی کیونکہ ہم کسی کے کشف و خواب کو، جو عموماً طاغوتی نظریات اور دعاوی کے جواز و دفاع میں استعمال ہونے والا معروف ہتھکنڈہ ہے، تسلیم کرنے سے رہے۔ اس کے بعد مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں :

"اور پھر اسی طبقات حنابلہ میں امام احمد بن حنبل کے کچھ دوسرے شاگردوں کے ذکر میں امام احمد کا عقیدہ بیان کیا گیا۔ جس کے اندر اعادہ روح والی بات سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان لوگوں نے امام احمد کا یہ عقیدہ کہاں سے برآمد کیا ہے اور طبقات حنابلہ والے نے انہیں امام احمد کے شاگردوں میں کیوں ذکر کیا ہے"۔

(ص ۳۳)

مضمون نگار اپنی مذکورہ بالا بات کو چاہے دلیل کا نام دیکر خوش ہو لیں یا اعتراض

کا، بہر صورت ہماری نظر میں یہ اُن کے ذہنی انتشار کا شاخسانہ ہے۔ اس بات کا جواب دینے سے قبل ہم قارئین کی سہولت کیلئے مختصراً اس معاملے کا پس منظر بیان کئے دیتے ہیں۔

ابتداً ہمیں مدافعین احمد بن حنبل کی طرف سے یہ بات بڑے شد و مد سے بیان کی گئی تھی کہ طبقات حنابلہ میں خط بنام مسدد بن مسرھد کئی مقامات پر درج ہے لیکن اعادۂ روح کا عقیدہ صرف ایک ہی مقام پر مذکور ہے۔ چنانچہ جب اُن کی اس کم علمی کو واضح کیا گیا کہ طبقات حنابلہ میں تو خط بنام مسدد بن مسرھد ایک ہی مقام پر مذکور ہے اور اس میں اعادۂ روح والی بات موجود ہے اور یہ کہ جن عبارتوں کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں وہ تو دوسرے شاگردوں سے آنے والے احمد بن حنبل کے مختلف اقوال ہیں، تو ہمارے اس جواب پر اعتراض میں تبدیلی کر دی گئی جیسا کہ مضمون نگار کی محولہ بالا عبارت سے عیاں ہے۔ لیکن اب ان کے تازہ اعتراض سے ہمیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار اور ان کے مدافعین ساتھی چاہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کا عقیدہ یعنی عود روح والی بات ہر شاگرد سے آنی چاہیئے اور خاص طور پر ان دو شاگردوں سے جن کا تذکرہ یا جن کی عبارات مضمون نگار نے پیش کی ہیں، ورنہ اس اعتراض کا جواب تو "واتقوا اللہ" میں دے دیا گیا تھا جو اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے کافی تھا۔ انشاء اللہ ہم تفصیلاً پھر کسی موقع پر اس کے بارے میں عرض کریں گے، سر دست اس قدر عرض کر دینا کافی ہوگا کہ مضمون نگار نے جن حوالہ جات کو پیش کیا ہے، انہی عبارات میں احمد بن حنبل نے اپنا دوسرا نظریہ کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا" بھی بیان کیا ہے۔ لہٰذا مضمون نگار سے ہمارا یہ سوال ہے کہ اب وہ

بتائیں کہ احمد بن حنبل کے اس نظریے کے متعلق ان کی تحقیق کیا کہتی ہے ؟
کیونکہ احمد بن حنبل کا مذکورہ بالا نظریہ انہی عبارات میں موجود ہے جن کو مضمون نگار نے اپنی حمایت میں دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مدافعین احمد بن حنبل کا ایک اور نیا علمی شاہکار ملاحظہ فرمائیے اور ان کی علمیت اور تحقیق کی داد دیجئے۔ مضمون نگار فرماتے ہیں :

"اس میں ایک جگہ طبقات حنابلہ کا مصنّف واضح کرتا ہے کہ خط کیلئے سند ضروری ہے (نقلت من خط احمد الشیخی باسنادہ)"۔ (ص ۳۳)

قارئین سے گذارش ہے کہ وہ ذرا کھُلے دل و دماغ کے ساتھ درج بالا عبارت کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔ مجلہ کی عربی عبارت میں "احمد الشیخی" نقل کیا گیا ہے جبکہ اصل عبارت میں "احمد الشنجی" ہے اور اس عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ "میں نے احمد شنجی کی تحریر سے نقل کیا اس کی سند کے ساتھ"۔ اس میں اُردو میں بولے جانے والے خط (LETTER) کا تذکرہ تک نہیں ہے بلکہ عربی کے خط بمعنی تحریر کا ذکر ہے لیکن مضمون نگار نے اپنی مزعومہ علمی صلاحیت کی بنا پر عربی کے

خط (تحریر) کو اُردو والا خط (LETTER) بنا دیا ہے۔ اور — مطلب برآری کیلئے یہ لوگ ایسا کر ہی لیا کرتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک بھی "ALL IS FAIR IN LOVE AND WAR"

حبل اللہ مجلہ ۱۱ صـ ۳۱ پر احمد بن حنبل کا قول "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلّون" نقل کیا گیا تھا۔ مضمون نگار نے اس پر بھی خامہ فرسائی فرمائی ہے اور خوب فرمائی ہے۔ ہم تو اس پر فقط اتنا ہی عرض کریں گے کہ فاضل مضمون نگار ازسرِنو "کتاب فیہ الاعتقاد........" کے متعلق معلومات جمع کریں پھر ان کی اس پر کچھ لکھنے کی جسارت بھلی معلوم ہوگی۔ صاحبِ مضمون نے "کتاب فیہ الاعتقاد......" کے بارے میں جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ "طبقات حنابلہ والے نے اس کتاب کو بھی سند کے ساتھ درج کیا ہے" (ص ۳۳) کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ یہ ان کی اس کتاب کے متعلق بدستور کم علمی کا شاخسانہ ہے۔ مضمون نگار "محقق" کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ طبقات حنابلہ کے مصنّف کا "کتاب فیہ الاعتقاد........" سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی انہوں نے اس کو طبقات حنابلہ میں درج کیا ہے بلکہ "کتاب فیہ الاعتقاد....." ایک الگ اور مستقل کتاب ہے" جس کو طبقات حنابلہ شائع کرتے وقت حامد الفقی نے الگ کتاب کی حیثیت سے طبقات حنابلہ کے ساتھ شائع کروایا ہے۔

بنیادی معلومات سے ناواقفیت کے باوجود اپنے خلاف آنے والے دلائل کو اعتراضات کا نشانہ بنانے اور مجلہ شائع کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے اور اس کا کیا محرک ہے؟ اس کے متعلق ہم کچھ نہیں عرض کرتے بلکہ اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

احمد بن حنبل کے دفاع میں بولے گئے جھوٹ اور ان کی حمایت میں کی گئی بددیانتیوں کی نشان دہی کسی مختصر تحریر اور تبصرے میں ممکن نہیں، سردست چیدہ چیدہ خیانتوں کی نشان دہی ان لوگوں کی قلعی کھولنے کیلئے کافی ہے۔ زبانی فریب کاریاں تو ان کی طرف سے جاری تھیں ہی، مگر تحریراً اس قدر ڈھٹائی کا مظاہرہ ان کی طرف سے نہیں ہوا تھا، اس کمی کو اب پورا کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی یقین جانئے کہ ان کی طرف سے بولے گئے جھوٹ کو اگر سفید جھوٹ بھی کہا جائے تب بھی شاید اس کی حقیقت کو واضح کرنے کا حق ادا نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ اب ہم اس بات کی طرف آتے ہیں جس کو یہ لوگ "علمی محاکمہ" کی معرکۃ الآراء دلیل کہتے ہیں۔ مضمون نگار رقمطراز ہیں:

"خصوصاً اس مبارزت طلبی کے پس منظر میں کہ دکھاؤ احمد بن حنبل کے ماننے والوں میں سے ایک آدمی جو یہ کہتا ہے کہ احمد بن حنبل اعادہ روح کے قائل نہیں تھے۔ تکفیری گروہ کی جانب سے یہ جھوٹ اس چیخ و پکار کے ساتھ اس کثرت سے محراب و منبر سے دُہرایا گیا کہ سیدھے سادھے لوگ اس پر

سچ کا گمان کرنے لگے۔"

(اجتماع المسلمین کا یادگاری مجلہ نمبر ۲ حصہ ششم صـ ۳۵)

مضمون نگار ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"حنبلیوں میں بڑی کثرت سے عدم اعادہ روح اور عدم سماع کے لوگ کثرت سے ملتے ہیں۔" (ایضاً صـ ۳۴)

صاحبِ مضمون نے اس سلسلہ میں جن لوگوں کے نام پیش کئے ہیں وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے، لکھتے ہیں:

"اچھا تو پھر حق کے طالب قارئین سے گذارش ہے کہ وہ ابن قدامہ حنبلی، شیخ محمد عبدالرحمان سفارینی، ابن رجب حنبلی، قاضی ابویعلیٰ حنبلی، ابن کثیر، ابن ھبیرہ، عبدالرحمان بن محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلی اور ابن قیم کی اس بارے میں واضح آراء کا خود مطالعہ کر لیں۔" (ایضاً صـ ۳۵، ۳۶)

بددیانتی اور دھوکہ دہی کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں مل سکتی کہ جن لوگوں نے حیات فی القبر اور سماع فی القبر کا پرچار کیا ہو، ان کو اس کا مخالف اور انکاری گنوا دیا جائے۔ طاغوت پرستی کا یہ انداز نیا نہیں بلکہ اشاعت توحید و سنۃ والوں سے مستعار لیا گیا، یہ انداز پرانا ہے جو صحیح معنوں میں طاغوت پرستی کا حق ادا کرنے والا ہے۔ باقی رہی ان کے دعوٰی کی حقیقت تو وہ صحیح طور پر اسی وقت قارئین پر واضح ہو

سکے گی جب وہ خود "الایات البیّنات" کا مطالعہ فرمائیں گے کیونکہ جن لوگوں کے نام مضمون نگار نے گنوائے ہیں، معلوم ہوتا ہے وہ سب ہی "الایات البیّنات" کے حوالے سے گنوائے ہیں (سوائے ابن قدامہ کے) اور جس میں "الایات البیّنات" کا حوالہ نہیں دیا ہے وہ بھی اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ اس طرح "الایات البیّنات" کیا مضمون نگار صاحب کے ہاتھ لگی گویا بندر کے ہاتھ ادرک آگئی۔ پھر بھی کتاب "الایات البیّنات" کو مضمون نگار نے شیخ محمد عبدالرحمٰن سفارینی حنبلی کی تصنیف بتایا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کتاب مذکورہ یعنی "الایات البیّنات" نعمان آلوسی حنفی کی تصنیف ہے[1]

عجیب بات ہے کہ جس کتاب کے حوالوں پر اپنی تحقیق کی عمارت کھڑی کی ہے، اس کے مصنّف کے نام سے نہ صرف ناواقف بلکہ مغالطہ کا شکار بھی ہیں! اب اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ جن جن شخصیات کے نام انہوں نے عدم حیات فی القبر کے سلسلہ میں گنوائے ہیں اُن کی اپنی تحریریں[2] اثبات حیات فی القبر کے سلسلے

---

[1] یادگاری مجلہ جو مئی ۱۹۹۰ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا گیا تھا، اس میں متعدد جگہ "الایات البیّنات" کا مصنف شیخ محمد سفارینی درج تھا۔ تصحیح اور اضافہ کے ساتھ یادگاری مجلہ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں دوبارہ بعنوان "احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ" شائع کیا گیا۔ اس میں بھی "الایات البیّنات" کا مصنف شیخ محمد سفارینی درج ہے۔

[2] ان شخصیات میں سے اکثر کی کتابیں موجود اور متداول ہیں۔

میں پیش کرنا یقیناً اس موقع پر طوالت کا باعث ہوگا مگر ان کے فریب کا پردہ چاک کرنے کیلئے ہم صرف ایک شخصیت کا ذکر کئے دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں جن لوگوں کے انہوں نے نام پیش کئے ہیں، اُن میں ابن قیّم بھی شامل ہیں، جیسا کہ مضمون نگار کی مذکورہ بالا عبارت سے عیاں ہے۔ پھر ابن قیّم کی اپنی کتاب "الرّوح" کی دو عبارات بھی پیش کی ہیں اور ان کو عدم حیات فی القبر کے بارے میں ابن قیّم کی واضح رائے قرار دیا ہے۔

قارئین! اس مقام پر ہماری طرح آپ کو بھی حیرت کا سامنا ہونا فطری امر ہے۔ ہماری اور آپ کی حیرت بجا ہے کیونکہ یہاں حیات و سماع فی القبر کے مبلّغ کو اس کے ہر دو عقائد کا انکاری بتایا گیا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس بات کی دلیل بھی اس کتاب کو بنایا ہے کہ جس کو ابن قیّم نے قبر پرستی کی جڑ، حیات و سماع فی القبر، کی تائید و اثبات میں لکھا ہے اور اس میں ان عقائد باطلہ کو تقویت پہنچانے اور تحفّظ دینے کیلئے کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا۔ غرض مصنّف مذکور نے اس کتاب میں وہ مواد (موضوع روایات، منکر اقوال اور من گھڑت قصے کہانیاں وغیرہ) جمع کیا ہے جس سے قبر پرستی کے شیدائی تک حیران و ششدر رہیں۔

دِن کو رات اور رات کو دن قرار دینا، سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بتلانا بڑی دیدہ دلیری کا کام ہے۔ یہ ہر کس و ناکس کے بس سے باہر سہی مگر مضمون نگار اور اُن کے ساتھیوں کا خاصا معلوم ہوتا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے اپنے استدلال میں ابن قیّم کی

"کتاب الروح" سے دو عبارات پیش کی ہیں لیکن دونوں عبارات کے ترجمہ یا مفہوم کو باہم خلط ملط کر دیا ہے۔ صاف اور واضح عبارات کے ساتھ یہ "عالمانہ مذاق" کیوں کیا گیا، اس کا اندازہ تو یقیناً قارئین کو بھی ہوگا ہم فقط اتنا عرض کریں گے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے! بہرحال قارئین کے استفادے کے لئے ہم مضمون نگار کی پیش کردہ کتاب "الروح" کی دونوں مکمل عبارات کو مع تراجم کے پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہوں :-

(۱) "وقد سئل شيخ الاسلام عن هذه المسئلة ونحن نذكر لفظ جوابه فقال بل العذاب والنعيم على النفس والبدن جميعا باتفاق اهل السنة والجماعة تنعم لنفس وتعذب منفردة عن البدن وتنعم وتعذب متصلة بالبدن والبدن متصل بها فيكون النعيم والعذاب عليهما في هذه الحال مجتمعين كما تكون الروح منفردة عن البدن وهل يكون العذاب والنعيم للبدن بدون الروح هذا فيه قولان مشهوران لاهل الحديث والسنة واهل الكلام وفي المسئلة اقوال شاذة ليست من اقوال اهل السنة والحديث قول من يقول ان النعيم والعذاب لا يكون الا على الروح، وان

البدن لا ينعم ولا يعذب وهذا تقوله الفلاسفة المنكرون لمعاد الابدان وهؤلاء كفار باجماع المسلمين۔

(کتاب الروح، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۴ھ ص ۷۹-۸۰)

ترجمہ :- "اور شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا گیا، اور ہم اُن کے جواب کو بلفظہ ذکر کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ عذاب و راحت روح اور بدن دونوں کو ہوتا ہے۔ روح کو راحت و عذاب بدن سے الگ رہتے ہوئے ہوتا ہے اور روح کو بدن سے متصلاً راحت و عذاب ہوتا ہے جبکہ بدن روح سے متصل ہوتا ہے اور اس کیفیت میں راحت و عذاب دونوں کو ایک ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ (اس وقت ہوتا ہے جبکہ) روح بدن سے علیحدہ ہوتی ہے۔ اور کیا عذاب و راحت بدن کو روح کے بغیر ہوتا ہے؟ اس مسئلہ میں اہلِ حدیث والسنۃ اور اہلِ کلام کے دو مشہور قول ہیں اور اس مسئلہ میں کچھ اور شاذ اقوال بھی ہیں جو اہلِ سنت اور اہلِ حدیث کے نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ راحت و عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور بدن کو راحت و عذاب نہیں ہوتا۔ یہ قول فلاسفہ کا ہے جو روزِ قیامت بدنوں کے دوبارہ اُٹھائے جانے کے منکر ہیں اور مسلم امۃ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں۔"

(۲) فلتعلم ان مذهب سلف الامة وائمتها ان الميت اذا مات يكون في نعيم او عذاب وان ذلك يحصل لروحه وبدنه

وان الروح تبقى بعد مفارقة البدن منعمة او معذبة و انها تتصل بالبدن احيانا و يحصل له معها النعيم او العذاب ثم اذا كان يوم القيامة الكبرى اعيدت الارواح الى الاجساد و قاموا من قبورهم لرب العالمين و معاد الابدان متفق عليه بين المسلمين و اليهود و النصارى۔

(ایضاً : ص ۸۱، ۸۲)

ترجمہ: "جان لو کہ اُمّت کے اسلاف اور اس کے ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ موت کے بعد میّت یا تو راحت میں ہوتی ہے یا عذاب میں اور یہ (راحت و عذاب) اس کی رُوح اور بدن کو ہوتا ہے اور یہ کہ روح بدن سے جُدا ہونے کے بعد راحت یا عذاب کی حالت میں رہتی ہے۔ اور کبھی کبھی روح بدن سے متصل ہو جاتی ہے اور بدن کو رُوح کے ساتھ راحت یا عذاب ہوتا ہے۔ پھر جب قیامتِ کبریٰ ہوگی تو روحیں جسموں میں لوٹا دی جائیں گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کیلئے اپنی قبروں سے اُٹھیں گے اور بدنوں کے معاد (دوبارہ جی اُٹھنے) پر مسلمین، یہود و نصاریٰ کا اتفاق ہے۔

قارئین! اصل عبارات اور ان کے تراجم آپ کے سامنے ہیں۔ اب آپ ہی فیصلہ فرمائیے کہ یہ عبارات حیات فی القبر ثابت کرتی ہیں یا اس کے برعکس کچھ اور؟ ان عبارات سے حیات فی القبر کے علاوہ کچھ اور ثابت کرنا، (بالخصوص

عدم حیات فی القبر، جیسا کہ مضمون نگار نے کہا ہے) شعبدہ بازی، ہاتھ کی صفائی اور پرلے درجے کی ہٹ دھرمی ہے۔ ایسی بد دیانتی کا مظاہرہ تو شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ ابن قیم نے تو کتاب الرّوح مذکورہ بالا عقیدے (حیات فی القبر بعد الممات) کی پُرزور تائید میں بھرپور استدلال کے جوہر دکھلاتے ہوئے لکھی ہے اور اس کے اثبات میں جو کوشش وہ کر سکتے تھے، انہوں نے کی۔ انہوں نے محض اپنے عقائد کے حق میں دلیل فراہم کرنے کیلئے عود روح کی روایت کے متعدد طرق ذکر کئے اور عود روح کے عقیدے پر وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب دیکر اپنے عقائد کے دفاع کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ کتاب مذکورہ میں ابن حزم پر اسی لئے بہت لے دے کی ہے کیونکہ انہوں نے عود رُوح کی روایات کا رَدّ کرتے ہوئے اُن کو ناقابلِ اعتبار و قبول قرار دیا ہے۔ اس بات کو "الایات البینات" کے حوالے سے ہی ملاحظہ فرمائیے چونکہ یہ کتاب مضمون نگار کی دلیل معلوم ہوتی ہے۔ "الایات البینات" کے مصنّف نعمان آلوسی نے اپنی کتاب کے ص ۱۱۱ تا ۱۱۸ پر، ابن حزم کی طرف سے "عقیدہ عود روح" پر اعتراضات، ان کی کتاب "الملل والنحل" سے نقل کئے ہیں۔

چنانچہ ان اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد مصنّف موصوف لکھتے ہیں:

"قد ردّہ العلامہ ابن القیم فی کتاب الرّوح" کہ "علامہ ابن القیم نے کتاب الرّوح میں اس کا رَدّ کیا ہے"۔ (الایات البینات: ص ۱۱۸)

اس کے بعد نعمان آلوسی نے ابن قیم کے الفاظ ان کی کتاب الروح سے نقل کئے ہیں، اصل عبارت اور اس کا ترجمہ درجِ ذیل ہے :

"بل تعاد الروح إليه إعادة غير الإعادة المألوفة في الدنيا ليسال ويمتحن في قبره، فهذا حق، ونفيه خطأ" (الايات البينات ص ۱۱۸، ۱۱۹)

ترجمہ:۔ "بلکہ روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے لیکن دُنیوی انداز سے نہیں تاکہ قبر میں اس سے سوال اور امتحان ہو۔ پس یہ حق ہے اور اس کا انکار غلطی ہے"۔

ابن قیم نے کتاب الروح میں عود روح کا اتنی مرتبہ ذکر و اثبات کیا ہے جس کا شمار کرنا ہمارے بس کی بات نہیں البتہ قارئین کی دلچسپی کیلئے ہم یہ ذکر کئے دیتے ہیں کہ کتاب الروح کی ایک مکمل فصل فقط قبر کے سوال وجواب کے وقت رُوح کے جسم میں لوٹائے جانے سے متعلق ہے۔ بُرا ہو طاغوت پرستی کا کہ اس کے سحر نے نگاہِ حق بیں پر ایسا پردہ ڈالا کہ ان تمام حقائق کو مضمون نگار کے ذہن سے یکسر محو کردیا، یہاں تک کہ وہ طواغیت کی وکالت میں آخرت کی جوابدہی اور قہرِ الٰہی سے بھی ایسے بے پروا ہوئے کہ قرآن کی اس آیت کے مصداق بن گئے۔ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝ (الحج : ۴۶)

"اس لئے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دِل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔

اس موقع پر ہم قارئین کی معلومات کیلئے مضمون نگار سے ایک سوال کا جواب حاصل کرنا چاہتے ہیں، اُمید ہے کہ وہ اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے حق گوئی کا مظاہرہ فرمائیں گے۔ وہ یہ کہ مندرجہ ذیل عقائد کے حاملین کے متعلق فاضل مضمون نگار کیا رائے رکھتے ہیں اور کون سا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔

۱۔ عودِ روح کو قبر میں سوال وجواب کیلئے مخصوص ماننے والے۔

۲۔ سماعِ موتیٰ کو میت کے وضعِ قبر اور فرشتوں کے آنے کے ساتھ مخصوص ماننے والے۔

۳۔ روح کا اپنے مستقر سے جسدِ عنصری کے ساتھ تعلق واتصال ماننے والے۔

قارئین! آخر میں ایک لطیفہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ مضمون نگار نے ابن قیمؒ کو "علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ" لکھا ہے۔ (یادگاری مجلہ، حصہ ششم ص ۳۸) مگر اسی مجلہ کے ایک دوسرے مضمون میں کچھ اس طرح کی بات تحریر کی گئی ہے:۔

" اس نے اپنے اسلام وحدت الوجود پر صوفیا کی مقبول ترین مشہور کتاب منازل السائرین تحریر کی۔ اس کی دوسری مشہور

تصنیف اپنے اسلام پر سیر السالکین ہے جس کی شرح ابن قیمؒ نے مدارج السالکین کے نام سے لکھی ہے۔ دونوں تصوّف اور وحدت الوجود کے موضوع پر صوفیاء کے نزدیک سند کا درجہ رکھتی ہیں۔" (یادگاری مجلّہ حصہ ششم ص۲۶)

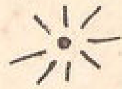
ایک مضمون نگار تو ابن قیم کو رحمۃ اللہ علیہ" لکھتا ہے جبکہ دوسرا صوفیاء کی کتابوں کا شارح بتلا کر صوفیت کا پرچارک قرار دے رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

ع "کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی"۔

فاعتبروا یا اولی الابصار!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"مدافعین احمد بن حنبل کا علمی و اخلاقی محاسبہ"



گذشتہ کئی صدیوں سے جہاں احمد بن حنبل کے عقیدہ "عود روح" کی پُرزور حمایت کی گئی ہے وہاں ان کی شخصیت کے دفاع میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی گئی۔ ماضی میں بھی احمد بن حنبل کے دفاع میں متعدد تحریریں منظر عام پر آتی رہی ہیں اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ حال ہی میں ایک اور مجلّہ "احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ" کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے اس میں ایک مضمون "مقلد مفتیان کا اخلاقی و علمی جائزہ" کے عنوان سے شامل ہے۔

اگرچہ یہ پورا مجلّہ احمد بن حنبل کے دفاع اور حمایت میں شائع کیا گیا ہے ___ لیکن اس مضمون میں مصنّف نے اپنی بے گناہی، معصومیت اور مظلومیت کا اظہار پُرزور طریقے سے کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس میں ان کی شخصیت اور عقیدے سے بیزاری کا اظہار کرنے والوں کے ساتھ وہ معاملہ روا رکھا گیا ہے کہ الامان والحفیظ اور اس مزعومہ کوشش میں الزام تراشی بلکہ اتہام طرازی تک کو اختیار کیا گیا ہے۔ فتوے بازی، سبّ و شتم،

دروغ گوئی وغیرہ کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا ہے۔

مضمون نگار نے اپنی تحریر کو انتہائی پُر درد اور دل سوز بنانے کی کوشش کی ہے، شروع کے تین صفحات کا ماحصل یہ ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک موجب کفر قرار پاتا ہے۔ بے شک نبی علیہ السلام نے کسی مسلم کو کافر ٹھہرانے والے کو کفر کا مورد ٹھہرایا ہے۔ لیکن جناب مضمون نگار صاحب ہم نے کفر کا فتویٰ تو طواغیت اور مدافعین طواغیت پر لگایا ہے، طاغوت سے انکار کا حکم سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۶ اور سورۃ النساء آیت نمبر ۶۰ میں ملاحظہ فرمائیے، اور رہے وہ لوگ جو طاغوت کا دفاع کرتے ہیں ان کے متعلق مالک الملک کے صحیح فرامین یہ ہیں:-

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ،

(سورۃ البقرۃ ۲۵۷)

ترجمہ:- "کفر کرنے والوں کے دوست طاغوت ہیں"۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ ،

(سورۃ النساء ۷۶)

ترجمہ: "اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں

لڑتے ہیں"۔

مضمون نگار اپنے اور اپنے ساتھیوں کے متعلق رقم طراز ہیں:

" وہی لوگ جو کل تک آنکھ کا تارا تھے، جو سر کا تاج تھے، جن کی عظمت و کردار کا برملا اعتراف کیا جاتا تھا وہ جو اس کارواں کے ابتدائی رفیقِ سفر تھے جن کی خدمات و خلوص اور بے لوث جذبوں کا کل تک سب کو برملا اعتراف تھا جن کی جرأت وحق گوئی اور بے باکی ایک مثال تھی ......

کل جو مصلح تھے مفسد قرار پائے جو الٰہ واحد کی بندگی کرنے والے تھے وہ طاغوت کے پجاری قرار پائے، جو امین تھے وہ خائن کہلائے اور جو مجاہدین تھے ان کو مولوی کہا جانے لگا جو عدل وانصاف کے پیکر تھے انہیں غاصب کے لقب سے نوازا گیا"۔

(یادگاری مجلہ صـ۲۰)

خود فریبی پر مبنی ان عبارات کے جواب میں اگر ہم اتنا ہی عرض کریں کہ جو طاغوت تھے وہ مومن کہلائے جو مشرک تھے وہ موحد قرار پائے جو لعنۃ اللہ علیہ تھے وہ رحمۃ اللہ علیہ ٹھہرائے گئے اور جو

وحدت الوجود اور متصوّفانہ عقائد کے حامل تھے وہ ولی اللہ کے لقب سے نوازے گئے ، تو عین مناسب اور حسبِ حال ہوگا۔

ع ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

ہر چند کہ آپ کا محولہ بالا طرز ہمارے معیار کے مطابق نہیں پھر بھی مختصراً آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جب تک آپ "حضرات" حق و باطل میں امتیاز کرتے ہوئے اعلائے کلمۃ الحق کیلئے کام کرتے رہے تو گروہ مجاہدین و مصلحین میں شامل رہے مگر جب آپ لوگوں نے ایمان باللہ کے تقاضے کفر بالطاغوت سے فرار اختیار کرکے طاغوت دوستی کا حق ادا کیا اور جماعت و نظم میں انتشار پیدا کرنے میں سرگرم ہوگئے تو پھر "مصلح" ، "مجاھد"، "امین" اور عدل و انصاف کے پیکر کیونکر ہوسکتے ہیں ؟ آپ کا یہ دعویٰ کہ اس کارواں کے ابتدائی رفیقِ سفر تھے تو اب تو نہ رہے ! ابتدائی رفیق سفر تو اور بھی تھے جو آپ سے پہلے تنظیم چھوڑ گئے اور نفس کے آگے ہتھیار ڈال دینے سے قبل تو وہ صفِ اوّل میں کیا بلکہ سرِ فہرست تھے اور اخلاق و کردار میں بظاہر سب سے نمایاں !

مضمون نگار نے خود کو "اعلیٰ صفات" اور بلند کردار کے حامل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس پر ستم یہ کہ ہمیں بھی اس کا معترف بتایا ہے مگر ہمارے انکار سے خائف ہونے کی وجہ سے ہمیں جھوٹا اور قابلِ گرفت قرار

دیا ہے۔ مضمون نگار کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے :

" دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے یا یہ حضرات کل جھوٹ بول رہے تھے یا آج جھوٹ بول رہے ہیں اور دونوں صورتوں میں یہ لوگ قابلِ گرفت ہیں "۔

(یادگاری مجلّہ صـ ۲۱)

قارئین ! مضمون نگار اور ان کے ساتھی احمد بن حنبل کی اس دفاعی مہم سے قبل احمد بن حنبل کے طاغوت اور کافر و مشرک ہونے کا پرچار کیا کرتے تھے (مضمون نگار فرماتے ہیں کہ ہماری بات بڑے ذوق و شوق سے سُنی جاتی تھی) اور اب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ، مومن و موحد کا نعرہ بلند کر رہے ہیں جبکہ درمیانی عرصہ حالت سکوت میں بھی گذارا تو غور فرمائیے کہ یہ حضرات کل بے وقوف بنا رہے تھے یا آج ، بہر صورت مضمون نگار کے اپنے معیار کے مطابق یہ خود جھوٹے اور قابلِ گرفت قرار پاتے ہیں۔

مضمون نگار نے خود ساختہ مظالم کی ایک طویل فہرست مرتب کرکے ہمیں ظالم اور اپنے آپ کو مظلوم قرار دیا ہے ، اور ساتھ ہی بلند بانگ انداز میں اپنی "معصومیت" کا تذکرہ کرنا بھی ضروری سمجھا چنانچہ وہ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا "بلند کردار" ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے :

" دوسری طرف ان عتاب زدہ لوگوں کا بلند کردار ہے
انہوں نے ان تمام مظالم کو خندہ پیشانی سے قبول کیا نہ ردِ عمل کے طور پر کوئی فتوے بازی کی گئی نہ الزامات تراشے اور نہ کسی پر کیچڑ اچھالا بلکہ ہر اعتراض کا جواب انتہائی خندہ پیشانی سے دیا۔"

(یادگاری مجلہ صـ ٢٣)

مضمون نگار کی اِنتہائی "معصومیت" تو اس مضمون کو سرسری انداز میں پڑھنے والے تک پر عیاں ہوتی ہے، بطور مشتے از خروارے چند عبارات ملاحظہ فرمایئے:

مضمون نگار نے صـ١٧ پر نبی علیہ السلام کے فرامین، احکام و اعمال کو بیدردی سے ٹھکرانے والے ان کا مذاق اُڑانے والے قرار دیا اور اسی صفحہ پر عصبیت اور پارٹی بازی کا اپنے ذہنوں میں فتور رکھنے والے قرار دیا۔ صـ١٨ پر اللہ کے فرمان کی ثقاہت کو پامال کرنے والا قرار دیا صـ٢٠ پر اللہ کے خوف سے عاری یوم حساب سے بے خبر قرار دیا اور اسی صفحہ پر الزام تراش، جھوٹ کے موجد، جھوٹ کی ترویج کرنے والے، کلمۂ توحید میں اضافہ کرنے والے بھی قرار دیا۔ (صفحہ ٢٧، ٢٨ بھی ملاحظہ ہو) صفحہ ٢١ پر جماعت کے ٹھیکیدار قرار دیا (اور صفحہ ٢٢ بھی ملاحظہ ہو) اور اس

مضمون کے عنوان میں "مقلد مفتیان" جیسے الزام سے نوازا مزید براں اسی مجلہ کے صـ١٦ پر ہمیں ڈاکٹر عثمانی کی پرستش کرنے والے تک قرار دیا۔ ان تمام اپنی دانست میں "پسندیدہ" القابات سے نوازدینے کے بعد بھی مضمون نگار صاحب نے اپنے آپ کو معصوم اور الزامات سے بری الذمہ ٹھہرایا!!

مضمون نگار نے بعض سوالات آخر میں ازخود مرتب کر کے ان کے جوابات بھی لکھ دیئے ہیں، اگرچہ تمام اعتراضات وہی ہیں جن کے جوابات بارہا دیئے جاچکے ہیں مگر پھر بھی ایک نظر ان پر ڈال لینا مناسب ہوگا تاکہ قارئین کو تشنگی کا احساس نہ ہو اور مضمون نگار کی ملمع سازی واضح ہو جائے۔

مضمون نگار لکھتے ہیں: "اس خط کے علاوہ ان کی تعلیمات میں رَدِّ روح کا انکار تو ملتا ہے اقرار نہیں ملتا۔"

(یادگاری مجلہ صـ٢٤)

مضمون نگار کی یہ بات زعم علمیت کا شاخسانہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، احمد بن حنبل کے نظریات میں حیات فی القبر کا عقیدہ تسلیم شدہ ہے اور رہا آپ کا یہ دعویٰ کہ ان کی تعلیمات میں رَدِّ روح کا انکار ملتا ہے تو یہ دنیا کی عجیب و غریب بات ہے جو تاریخی حقائق کو جھٹلانے اور دانستہ فریب کاری کی بدترین مثال ہے۔

مضمون نگار لکھتے ہیں: "ابن بطہ جس سے یہ خط طبقات حنابلہ میں

نقل ہوا ہے محدثین کی نظر میں ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہے۔"

(یادگاری مجلہ صـ ۲۴)

ابن بطہ کی صحیح حیثیت ہم کسی اور موقع پر واضح کریں گے (انشاءاللہ) سردست اتنا بتادینا کافی ہے کہ یہ خط ابن بطہ کے بغیر بھی مروی ہے بلکہ اس سے پہلے ہی سے یہ خط گمراہی پھیلاتا رہا ہے۔

مضمون نگار نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ بخاری ومسلم احمد بن حنبل کو مومن کہتے ہیں اب یہ اعتراض مضمون نگار پر لازم کرتا ہے کہ وہ ثابت کریں کہ بخاری ومسلم کو احمد بن حنبل کے اس عقیدہ کا علم تھا[1]، اور اگر مضمون نگار اس موقع پر زبانی جمع خرچ کا مظاہرہ کریں کہ "یہ تو ان کے شاگرد ہیں انہیں کیسے علم نہ ہوگا" تو مضمون نگار کی خدمت میں عرض ہے کہ ایک روایت کا اُستاد سے سُن لینا بھی شاگردی کے زمرے میں شامل کردیتا ہے یہاں یہ بھی واضح ہو کہ بخاری اور مسلم نے احمد بن حنبل سے "حنبلی مذہب" اخذ نہیں

---

[1] مضمون نگار کے ایک ہمنوا کو بھی اعتراف ہے کہ بخاری کو احمد بن حنبل کے اس خط کا علم نہ تھا چنانچہ ان کے الفاظ ہیں: "اگر کہیں بخاری کو احمد بن حنبل کے اس خط کا علم ہو جاتا جو انہوں نے اپنے شاگرد مسدد بن مسرھد کو لکھا تھا تو وہ نہ جانے احمد بن حنبل کا کیا حشر کرتے۔ (حبل اللہ مجلہ نمبر ۵)

کیا بلکہ ان کے دیگر خاص شاگردوں (عبداللہ، صالح، میمونی، اثرم، خلال وغیرہ) نے نہ صرف حنبلی مذہب اخذ کیا بلکہ اس کو آگے پہنچایا ہے کیونکہ ان حضرات کا اکثر وقت بخاری ومسلم کے برخلاف احمد بن حنبل کی ہم نشینی میں گذرا ہے (جیسا کہ تاریخ اور رجال کی کتابوں میں مذکور ہے) جبکہ بخاری ومسلم نے تو اپنی عمر کا بڑا حصہ احادیث کی تلاش اور جستجو میں سفر میں گذارا ہے۔

اب مضمون نگار کے دعوے "جرأت وحق گوئی اور بے باکی" کی ایک مثال ملاحظہ ہو جس میں انہوں نے کس طرح "انتہائی دیانت" کا مظاہرہ کیا ہے مضمون نگار رنگ آمیزی کے جوہر دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

" جب یہ خط منظر عام پر آیا تو اس وقت کے مشہور ومعروف محدث ابن مندہ نے اس کی پُرزور تردید کی کہ خبردار یہ خط احمد بن حنبل کا نہیں، یہ خط جعلی ہے احمد بن حنبل کے نام سے یہ کفر وشرک پھیلایا جارہا ہے ہوشیار ہو جاؤ۔"

(یادگاری مجلہ صـ ۲۴)

فاضل مضمون نگار نے ابن مندہ کے ریمارکس تو لکھ دیئے مگر ان کا حوالہ پیش نہیں کیا اس کا حوالہ پیش کرنا ان پر قرض ہے، دراصل مضمون نگار نے ابن مندہ کے حوالے سے جو کچھ بھی لکھا ہے اس کو وہ ہرگز ہرگز ثابت نہیں کرسکیں گے کیونکہ فی الواقع ایسا ہوا ہی نہیں، بلکہ یہ احمد بن حنبل کے دفاع

ہیں شمار، مضمون نگار کا تیار کردہ "خام مال" ہے ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی لہٰذا مضمون نگار کی خدمت میں ان کے اسی مجلّہ کے دوسرے مضمون سے اس کا جواب عرض کرتے ہیں۔

مضمون "تکفیر احمد بن حنبل کا علمی محاکمہ" کا مصنف ابن تیمیہ کے حوالے سے جو کچھ نقل کرتا ہے اسکی اُردو تلخیص یہ ہے:

ایک مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول سے — عرش خالی ہوتا ہے یا نہیں۔ احمد بن حنبل، اسحٰق بن راھویہ، حماد بن زید عثمان بن سعید الدارمی اور اوزاعی وغیرہ عرش کے خالی نہ ہونے کے قائل تھے جبکہ عبدالرحمٰن ابن مندہ عرش کے نہ صرف خالی ہونے کا قائل تھا، بلکہ اس نظریہ کا زبردست مبلغ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش خالی ہوجاتا ہے۔ یہی وہ نظریہ تھا جس کی بنا پر ابن مندہ نے خط بنام مسدد بن مسرھد پر ہی تنقید نہیں کی بلکہ اس سلسلہ میں وارد تمام آثار کو منکر کہہ دیا ہے۔

(یادگاری مجلّہ تکفیر احمد بن حنبل کا علمی محاکمہ ص ۴) (مجموع الفتاویٰ ابن تیمیہ جلد پنجم)

بات بالکل واضح ہے کہ عبدالرحمٰن بن مندہ کا خط پر تنقید کرنے کا مقصد اپنے نظریہ "یخلو منہ العرش" کا دفاع ہے (جیسا کہ مجموع الفتاویٰ کے مطالعہ سے عیاں ہے) نہ کہ وہ جو مضمون نگار نے پیش کیا ہے کہ مشہور و معروف محدث ابن مندہ نے اس کی پُرزور تردید کی کہ

خبردار...... احمد بن حنبل کے نام سے یہ کفر و شرک پھیلایا جارہا ہے۔"

(یادگاری مجلّہ ص ۲۴)

قارئین مجموع الفتاویٰ کی جلد پنجم کا مطالعہ کر دیکھیں (کیونکہ یہ مدافعین احمد بن حنبل کا واحد سہارا ہے) آپ کو اس میں عبدالرحمٰن بن مندہ تو کجا کسی کے حوالے سے بھی خط بنام مسدد بن مسرھد میں مذکور "اعادہ روح" والی بات پر اعتراض یا تنقید نہیں ملے گی، ہاں عبدالرحمٰن بن مندہ کو اعتراض ہے تو وہ بھی "لا یخلو منہ العرش" سے متعلق ہے جو کہ اس کے اپنے نظریہ کا دفاع ہے۔

مضمون نگار لکھتے ہیں کہ احمد بن حنبل کی تکفیر کو کلمہ کا تیسرا حصہ بنالیا گیا ہے کہ مانو اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد عربی اللہ کے سچے رسول ہیں اور ساتھ یہ بھی کہ احمد بن حنبل کافر ہیں۔

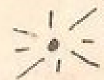
(یادگاری مجلّہ ص ۲۷)

یہ تو مضمون نگار اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے سب و شتم اور الزامات کے نہ رُکنے والے سلسلہ کا حصہ ہے مگر ہم اتنا ضرور بتائے دیتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ پر ایمان کا تقاضہ ہے کہ طاغوت کا انکار کیا جائے چاہے وہ بڑے سے بڑے امام، مجتہد، فقیہہ اور عالم کے خوشنما اور متاثر کن لبادے میں ہی کیوں نہ ملبوس ہو اور رہا مضمون نگار کا یہ

الزام کہ ہم نے احمد بن حنبل کو متعین کر کے اس کی تکفیر کو ایمان یا عقیدے میں شامل کر لیا ہے تو اس سلسلہ میں مضمون نگار کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمارے پیشِ نظر ہر طاغوت کا انکار ہے نہ کہ محض مذکورہ متعین شخصیت' البتہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ احمد بن حنبل کی شخصیت کو آپ لوگوں نے ضرور عقیدے کا عنوان قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اپنے دوسرے مضمون نگار کے الفاظ جو کہ اسی مجلّہ کا حصہ ہیں۔

"۱۵ مارچ ۱۹۷۸ء تک عثمانی صاحب مرحوم کے نزدیک امام احمد بن حنبل وغیرہ مسلمان تھے کیونکہ اس بات کی وضاحت انہوں نے اپنی ایک تحریر میں کی ہے جو کہ راولپنڈی کے چند افراد محمد یاسین، فیاض احمد صاحبان کے نام جوابی خط میں موجود ہے اس میں آپ نے احمد بن حنبل کو مسلمان تسلیم کیا ہے اور ان پر ہزاروں رحمتیں بھیجی ہیں لیکن ۱۹۸۰ء میں توحید خالص قسط دوئم میں انہوں نے اس عقیدے سے رجوع کیا یہ ان کا چوتھا رجوع ہے۔" (یادگاری مجلہ ص ۴)

غور فرمائیے اپنے ان الفاظ پر جن میں احمد بن حنبل کی تکفیر اور عدم تکفیر کو "عقیدے" سے یاد کیا گیا ہے۔



کیا یہ اظہارِ حق ہے؟

کچھ عرصہ قبل ایک کتابچہ، ۴-ای رفاہ عام سوسائٹی سے جاری ہوا جس میں ایک مضمون بعنوان "اظہارِ حق" نظر سے گذرا، جس کے لکھنے والے شاہ فاروق ہاشمی صاحب ہیں۔ اس کا اصل موضوع تو احمد بن حنبل تیسری صدی ہجری کے مشہور و معروف عالم ہیں لیکن اس میں مشہور صوفیاء کو بھی بحث میں شامل کر لیا گیا ہے۔ "اظہارِ حق" کے پس منظر اور اس کی حیثیت کو سمجھنے کیلئے اس "اختلافی گروہ" کے شروع سے آج تک کے اختلافات پر ایک نظر ڈالنا ضروری ہوگا۔

"اظہارِ حق" کے مصنّف کے مطابق ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب نے احمد بن حنبل پر فتویٰ ۱۹۸۰ء میں لگایا۔ اس اختلافی گروہ کے بیشتر مرکزی افراد پہلے ہی سے ڈاکٹر صاحبؒ کے مقربین کی حیثیت سے سرگرم تھے۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے احمد بن حنبل پر فتوے کے بعد احمد بن حنبل کے مقلد اُن کے دفاع کیلئے کمربستہ ہو گئے کیونکہ اُن سب کا وہی عقیدہ تھا جو اُن کے امام کا تھا یعنی مرنے کے بعد اِس جسم میں روح لوٹ آتی ہے اور اسی جسدِ عنصری کو دُنیاوی قبر میں بٹھا کر سوال و جواب کے مرحلہ سے گذارا جاتا ہے۔ چنانچہ اس مشرکانہ عقیدہ کے حامل لوگ چیخ اُٹھے کہ تم نے امام اہل السنۃ احمد بن حنبل پر فتویٰ لگا دیا، یہ تو دیکھا ہوتا کہ وہ کتنے بڑے

امام ہیں! اس طرح انھوں نے اللہ کے وقار کو سامنے نہ رکھا بلکہ امام کے وقار کو اللہ کے وقار پر ترجیح دیدی، احمد بن حنبل کے دفاع میں کتابیں لکھی گئیں جن میں پروفیسر کمال الدین کی کتاب "امام احمد بن حنبل" سب پر سبقت لے گئی۔ ڈاکٹر صاحب ؒ نے احسن طریقے سے اعتراضات کے جوابات دیدیئے تھے لیکن ردِ عمل کے طور پر جواب دینے میں اس اختلافی گروپ کے مرکزی کردار پیش پیش تھے جو نام لے لے کر تقاریر میں احمد بن حنبل پر فتوے لگایا کرتے تھے ان کے تحریری نمونے 'حبل اللہ' کے صفحات میں مل جائیں گے۔

ڈاکٹر عثمانی ؒ کی وفات سے کوئی ایک سال قبل ایک حنبلی نوجوان زبیر علی زئی نے پھر یہ مسئلہ چھیڑ دیا، ڈاکٹر صاحب ؒ نے اسی وقت اس کی وضاحت کردی تھی۔ ڈاکٹر صاحب ؒ کی وفات کے بعد اختلافی گروہ کے یہی افراد ان باتوں کا بڑی شدّ و مد سے جواب دیا کرتے تھے۔ بعد میں منکرینِ حدیث اور حنبلیوں کی محفلوں اور افترا پردازیوں سے متاثر ہو کر ان لوگوں پر ذہنی مرعوبیت کا دورہ پڑا اور انہوں نے سوچا کہ اس موقف پر قائم رہنا اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہوگا تو پھر یہ انداز اختیار کیا گیا کہ ہم احمد بن حنبل کو نہ مسلم سمجھتے ہیں نہ کافر، بلکہ سکوت اختیار کرتے ہیں اور پھر جلد ہی اس سکوتی موقف کا دائرہ مشہور صوفیاء تک پہنچ گیا۔ جیسا کہ مضمون نگار کے اس ارشاد سے ظاہر ہے (اس کا ثبوت ان لوگوں کی تحریروں میں بھی موجود ہے جو ہمارے فائل میں ہیں) کہ بعض مشہور

صوفیوں کے متعلق 'ایمانِ خالص' (سابقہ توحیدِ خالص) قسط اوّل میں جو تحقیق پیش کی گئی ہے وہ محلِ نظر ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

" توحیدِ خالص قسط اوّل کے پہلے ایڈیشن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم نے اس تحقیق کا آغاز ۱۹۷۵ء سے کیا کیونکہ انہوں نے وجہ اشاعت ایک مضمون کو بنایا جو کہ ماہنامہ "البینات" میں چھپا تھا": (اظہارِ حق، یادگاری مجلّہ (۲) ص۲)

اصل مسئلہ سے قطع نظر شاہ فاروق صاحب کی یہ بات اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ اِن "حضرات" نے ڈاکٹر صاحب ؒ کے ساتھ رہتے ہوئے بھی اُن کی کتابوں کو پورا پڑھنے کی زحمت گوارا نہ کی بلکہ اندھے مقلد بنکر ہی ساتھ چلتے رہے اور جوشِ خطابت میں فتوے بازی میں شدّ و مد کا اظہار فرماتے رہے اور "برقی لہر" گذر جانے کے بعد دودھ کا اُبال بیٹھ گیا، ورنہ صحیح تحقیقی ذوق کے حامل کی نظر "توحیدِ خالص" کے شروع میں اس نمایاں عبارت پر تو پڑنی چاہیئے تھی:

" گذشتہ اٹھارہ سال سے تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ وہ دن بھی لے آئے جب دُنیا والوں کے سامنے میں توحیدی اور اتحادی دین کا فرق واضح کردوں۔ اُس اکیلے مالک کی صد ہزار مہربانیاں کہ اُس نے اِس کا موقع عنایت فرمادیا۔ اب ایسی زبان کہاں سے لاؤں جو شکر و سپاس کا حق ادا کرسکے"

یہ عبارت موجودہ ایمان خالص میں صفحہ نمبر ۵ پر موجود ہے۔ اب آیئے "اظہارِ حق" کرنے والے کی حق گوئی پر ایک نظر ڈالیں۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں :۔

" یہ تحقیق مرحوم کے ابتدائی دور کی تحقیق ہے اور آپ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحقیق ابھی نامکمل اور جاری تھی۔ اس تحقیق کے نامکمل ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ آپ نے بعد میں کی جانے والی تحقیق کے مطابق کئی مسائل سے رجوع کیا۔"

(اظہارِ حق، ص ۳)

اس کے بعد مضمون نگار نے اپنی سمجھ کے مطابق کچھ رجوع گنوانے کی کوشش کی ہے جو کہ اُن کے علم و معاملہ فہمی کی غمازی کرتے ہیں، تحقیق کے خواہشمند ان رجوعات پر نظر ڈال کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ بات کہاں سے شروع کی گئی تھی اور کہاں پہنچادی گئی۔ طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے صرف ایک مثال پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ رجوع نمبر ۵ کے ذیل میں شاہ صاحب رقمطراز ہیں :۔

" موصوف نے تحقیق کے دوران توحیدِ خالص قسط اوّل میں ابراہیم بن ادہم، رابعہ بصری، معروف کرخی، ذوالنّون مصری، سری سقطی، بایزید بسطامی، ابوعبداللہ ترمذی، جنید بغدادی کو دوسروں کی لکھی ہوئی کتابوں کی رُو سے مُشرک قرار دیا ...... یہ بھی عجیب بات ہے کہ شرکیہ

کتاب کوئی لکھے اور فتویٰ کسی اور پر۔" (ایضاً : ص ۴)

یہاں معلوم نہیں حسین بن منصور حلاج کے نام نامی کو آپ کس احساس کے پیشِ نظر قلم زد فرما گئے، حالانکہ آنجناب کو بھی اسی معیار پر پرکھا گیا تھا جس کی آپ نے شکایت کی ہے، بہرحال صوفیوں کے دفاع کی کوشش میں آپ بڑی پتہ کی بات کہہ گئے ہیں، جس کا ماحصل یہ مثال بنتی ہے کہ "بندر کی بلا طویلے کے سر"! لیکن شاہ صاحب! کیسی سادہ لوحی ہے کہ آپ نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس "مذموم" اور "ناپسندیدہ" مشن میں آپ بھی تو برابر کے شریک کار تھے! ڈاکٹر عثمانیؒ کے ساتھ آپ بھی کئی سال ان کے ہمنوا بلکہ مدح سرا رہے ہیں اور ساتھیوں اور دوسرے لوگوں میں تو آپ جذبۂ خودستائی کے تحت اپنے آپ کو عالمِ دین اور اعلیٰ درجہ کا مقرر و مناظر ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن اتنی سادہ سی بات آپ کی سمجھ میں کیوں نہ آئی کہ کسی شخص کی لکھی ہوئی کتاب سے کسی اور پر فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔ کیا آپ اتنے عرصے تک لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہے؟ دراصل بات کچھ بھی نہیں، صرف اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر کسی مُشرک کے بارے میں کوئی یہ کہے کہ یہ میرا اہم عقیدہ ہے تو کیا آپ اُس سے یہ کہیں گے کہ بھئی تم تو خود مُشرک ہو، مَیں تمہاری بات پر کیسے اعتبار کروں؟ اب جبکہ ان مشرکوں کے حالات کا ماخذ سوائے ان مشرکوں کے فراہم کردہ شواہد کے اور کچھ نہیں، اور جہاں کہیں بھی ان کا ذکر آیا ہے تو انہی حوالوں سے آیا ہے جو ان کی کتابیں پیش

کرتی ہیں۔ اب یا تو "یہ حضرات" عالمِ وجود ہی میں نہ آئے یا آئے بھی تو کافر و مشرک اور طاغوت تھے۔ آپ علمی احساسِ برتری کا بُری طرح شکار ہیں جس کا اظہار آپ کی تحریروں سے ہوتا ہے جن کو پڑھ کر یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ خامہ فرسائی کا یہ پہلا ہی موقع ہے، بہر نوع ستم ظریفی تو یہ ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی علمی تحقیق کے مبادیات سے بھی نا آشنا ہیں۔ دیکھئے خیر القرون کے حالات کیلئے قرآن اور صحیح احادیث کافی ہیں لیکن بعد کی تاریخی شخصیات کے علم و تقویٰ یا شر و فتنہ گری کے بارے میں معلومات کا ماخذ ان کی اپنی یا دوسروں کی تحریریں ہی تو ہیں جو مسلمہ ہیں۔

آج ہمارا اس تنظیم سے تعلق صرف ایمان باللہ اور کفر بالطاغوت کی کی بناء پر ہے اور اس کا اولین مشن دعوت الی اللہ ہے جس سے آج کے تمام گروہ، فرقے اور مسالک تہی داماں ہیں۔ اب یہ اور بات ہے کہ آپ اپنے اندر اس کی ہمت نہ پائیں اور اس میدان کو پُر خار وادی سمجھ کر گھبرا جائیں اور دامن بچانے کی کوشش کرتے ہوئے انہی فرقوں میں سے کسی کی گود میں جا گریں! دراصل آپ کو دعوت الی اللہ سے تو کوئی سروکار ہے ہی نہیں بلکہ مناظرہ بازی، ہار جیت اور واہ واہ کا ذوق اور اپنے آپ کو عالم اور مقرر کہلوانے کا شوق ہے۔ اس ذوق کی تسکین کیلئے کچھ عرصہ تنظیم کے ساتھ چلے لیکن جب تقویٰ کے کم از کم معیار کے مطابق سُنتِ نبویؐ کا حق ادا کرتے ہوئے ایمان کا تقاضا

پورا کرنے کی بار بار تلقین کی گئی تو معذرت خواہانہ روش اختیار کرتے ہوئے کچھ وقت گذاری کی اور ساتھ ہی اندرونِ خانہ لوگوں کو ہمنوا بنانے کی کوشش کرتے رہے اور موقع ملتے ہی پٹری سے اُتر گئے۔ آپ کی زبان کے اُلٹ پھیر کا تو یہ کتابچہ ہی گواہ ہے جس کا مزید جائزہ ہم انشاء اللہ اجمالاً پیش کرینگے۔ یہ تلخ نوائی شاید آپ کے ہمنواؤں پر گراں گذرے جو اگرچہ ہمارے معیار کے مطابق بھی نہیں لیکن یہ احساس ضرور ہے کہ نشتر زنی انگیز کر لینے ہی میں صحت کا راز پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ اعتراف و اتباعِ حق کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

کتابچہ میں آپ نے مغالطے دیکر یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے احمد بن حنبل پر تو فتویٰ لگایا لیکن امام بخاریؒ کو صاف بچا لیگئے۔ آپنے یہاں خلط مبحث کی کوشش کی ہے۔ اصل اصول تو یہ ہے کہ کوئی محدث یا کوئی عالم جب تک کوئی غلط عقیدہ نہ اپنائے اُس پر فتویٰ لگانا ایک غیر محتاط اور خلافِ حق عمل ہے۔ اکثر محدثین کے بارے میں شواہد موجود نہیں جن سے انکے عقیدے کی خرابی ثابت کی جا سکے لیکن احمد بن حنبل کے عقائد کے بارے میں تو واضح شواہد موجود ہیں۔ چنانچہ دلائل و براہین سے ان کے عقیدہ کی خرابی کو ثابت کر دیا گیا ہے۔ تحقیق کے خواہشمند حبل اللہ کے شماروں سے تمام مواد بمعہ حوالہ جات حاصل کر سکتے ہیں۔

آپنے حیاتی گروہ اور منکرینِ حدیث کا انداز اختیار کرتے ہوئے بخاری

کی احادیث کو بھی مشقِ ستم کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے۔" کلام المیت علی الجنازۃ" کے بارے میں آپ فرماتے ہیں :۔

" بخاری کا یہ کلام ایسا ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکی، اس بات کو مرحوم نے خود تسلیم کیا ہے" (ایضاً : ص ۶)

یا تو آپ ڈاکٹر صاحبؒ کی بات کو سمجھ نہ سکے یا یہ تجاہلِ عارفانہ ہے ۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے تو یہ کہا ہے کہ کچھ لوگوں نے اس کی تاویل کرنے کی کوشش کی ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ زبانِ حال کا قول ہے، کوئی کہتا ہے روح بولتی ہے، بہر حال یہ مُردہ ہے، زندہ نہیں اور بخاری نے " کلام المیت" باب باندھ کر یہی ثابت کیا ہے کہ وہ اس کو مُردہ ہی مانتے ہیں بولنے والا زندہ نہیں۔ (عذابِ برزخ : ص ۱۷)

اسی طرح صحیح بخاری کے ایک اور باب " العین حق" پر بھی آپ کو اعتراض ہے کہ نظر لگ جانا ایک فوق الفطری یا مافوق الاسباب عمل ہے ___ اللہ نے نہ کسی آنکھ میں یہ طاقت رکھی ہے کہ وہ کسی کو دیکھ کر نقصان پہنچائے اور نہ جادو میں یہ طاقت رکھی ہے۔ اس کے یہ معنی تو نہیں کہ ظاہری الفاظ کی بناء پر اس کو خلافِ قرآن قرار دیکر بخاری کے عقیدہ پر فتویٰ لگائیں یا انکارِ حدیث کیلئے راہ کھولیں۔ پھر تو آپ قرآن کی اُن آیات کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھیں گے جن میں بتایا گیا ہے کہ فرعونیوں کے دلوں پر جادو کا اثر ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے دِل میں بھی خوف پیدا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ڈرو نہیں، اپنا عصا پھینکو، دیکھئے

قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث کو قرآن و ذخیرہ احادیث کے دیئے ہوئے عقائد کے ڈھانچہ سے علیحدہ کر کے ظاہری الفاظ کی بناء پر معنی کا لباس پہنانے کی کوشش کرنا گمراہی کو دعوت دینا ہے۔ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ جس طرح قرآنی آیات میں متشابہات کی غلط تاویل سے گریز ضروری ہے، اسی طرح کچھ متشابہ قسم کی احادیث سے ظاہراً لفظی معنی پر قرآن و حدیث کے خلاف مطلب نکالنا یا اُن کی وجہ سے انکارِ حدیث کیلئے راہ نکالنا بھی گمراہی کو دعوت دینا ہے۔ جن کو اللہ نے عقلِ سلیم سے نوازا ہے ان کیلئے قرآن اور صحیح احادیث کا ذخیرہ رہنمائی کیلئے کافی ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں آسکتی سوائے اُس کے جو اللہ نے مقدّر کر دی ہے۔ حدیث نے بتایا کہ ساری دُنیا اکٹھی ہو کر نفع یا نقصان (جادو کے ذریعہ یا آنکھ کے ذریعہ) نہیں پہنچا سکتی سوائے اُس کے جو اللہ نے مقدّر کر دی ہے اور اللہ کی تقدیر کے تحت ہر چیز سے نقصان پہنچ سکتا ہے، مافوق الاسباب بھی اور ماتحت الاسباب بھی۔

اپنے مضمون کے صفحہ ۸، ۹ کے بیشتر حصے کو آپ نے خواہ مخواہ سیاہ کیا ہے اور پُرانی باتوں کو دُہرا کر مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان سب کا جواب کافی وشافی دیا جا چکا ہے، ذرا "حبل اللہ" کے شمارے نمبر ۹، ۱۰ پھر سے ملاحظہ فرمالیں۔ البتہ ایک نئی اور عجیب سی بات آپ نے یہ سنائی کہ ڈاکٹر صاحبؒ کہا کرتے تھے کہ " کوئی فتویٰ لگائے یا نہ لگائے ہم تو لگائیں گے"! گو یا کہ احمد بن حنبل

سے ہماری کوئی جدی و پُشتی دشمنی چلی آرہی ہے جس کی وجہ سے ہم فتویٰ ضرور لگائیں گے یا یہ تنظیم احمد بن حنبل پر فتویٰ لگانے کیلئے ہی قائم کی گئی تھی! کاش آپ ضد و انانیت کی نفسیات سے اوپر اُٹھ کر، عقلِ سلیم سے پردہ اُٹھا کر یہ سوچ لیتے کہ اگر دوسرے مومنوں کے سامنے احمد بن حنبل کا یہ مشرکانہ عقیدہ نہیں آیا تھا تو کیا ہمارے سامنے بھی نہیں آیا! ہم تو جان بوجھ کر آپ کی طرح پھر سے انجان بن جانے کی کوشش نہیں کر سکتے! شاید آپ کی نظر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث گذری ہو جس میں آپؐ نے ایمان کی حلاوت پالینے والوں کی اس صفت کا ذکر فرمایا ..... " ان یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یقذف فی النار" کہ وہ کفر کی طرف پلٹ جانے کو جبکہ اللہ نے اس کو اس سے بچایا ہے ایسا ہی بُرا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو بُرا جانتا ہے۔

ایک اور بات آپ نے کچھ یوں بیان کی ہے:

" ڈاکٹر صاحب نے تحقیق کی ساری عمارت کتابوں کی بنیادوں پر کھڑی کی، حالانکہ کتابیں حق و صداقت کا معیار نہیں ہیں۔ گذرے ہوئے لوگوں کے حالات کے بارے میں سچی بات وحی الٰہی ہی بتا سکتی ہے نہ کہ کوئی اور ذریعہ" (صـ ۱۰۹)

لیکن علامہ صاحب! آپ نے یہ لکھتے ہوئے کیا اپنا اور اپنے ہمنواؤں کا محاسبہ بھی کیا تھا؟ احمد بن حنبل اور صوفیوں کے دفاع کیلئے تحقیق کی جو دیوار آپ نے اور آپ کے قائدِ تحریک نے اُٹھانے کی کوشش کی ہے اُس کی بنیاد بھی تو آج کی مروّجہ کتابیں، مشرکوں کے اقوال اور مومنوں سے منسوب ان مشرکوں کی تحریریں ہی ہیں یا پھر آپ کے اوپر بھی وحی الٰہی کا نزول ہوا ہے؟ ذرا سوچئے تو سہی کہ ابتداءً تو آپ نے "اگر مگر" کا چکر چلایا اور سکوت کا رویّہ اپنایا اور اب اُس کو رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے! کیا وحی کا اشارہ موقّف میں تبدیلی کا سبب بنا؟ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی وحی الٰہی کا سلسلہ بند ہو گیا اور اب جو بھی فیصلہ کیا جاتا ہے وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلّمہ دلائل اور تاریخی شواہد کی بنا پر ہوتا ہے۔ انسان ظواہر پر فیصلہ کرتا ہے اور عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی مسلّمہ تاریخی شواہد کے بارے میں فیصلہ قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھ کر ہوگا۔ لیے طاغوت کے پرستار تو وہ قرآن و صحیح حدیث کو بھی جُھٹلا دیتے ہیں، مسلّمہ تاریخی شواہد کا تو ذکر ہی کیا! آپ کے موقّف کے مطابق تو تاریخی شخصیات کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کا کسی کو حق ہے ہی نہیں چنانچہ کسی بھی طاغوت پر فتویٰ لگانے کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی سوائے اُن کے جن کے بارے میں اللہ اور اُس کے رسولؐ نے خبر دیدی ہے۔ پھر تو آپ کے بنائے ہوئے اُصول کے مطابق شاہ ولی اللہ، اشرف علی تھانوی، احمد رضا خان بریلوی حتّٰی کہ مرزا غلام احمد قادیانی

وغیرہ پر بھی فتویٰ لگانا غیر ضروری ٹھہرا، یہ اندازِ فکر اور طرزِ عمل شاید آپ جیسے مولویانہ ذہن کے حاملین کو زیب دے لیکن داعی حق، مردِ مجاہد کے شایانِ شان ہرگز نہیں۔

ایک نیا شگوفہ آپ نے یہ بھی چھوڑا ہے کہ زمین کی اکثریت اگر کسی شخص کی طرف کوئی عقیدہ منسوب کرے تو اُس کی بات ماننا گمراہی کو دعوت دینا ہے کیونکہ قرآن کا فرمان ہے کہ " وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ" یعنی اگر آپ زمین کی اکثریت کی بات مان لیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ (ص۱)۔ آپ کے خود ساختہ اصول کے لحاظ سے ابراہیم علیہ السلام کو جب ان کی قوم کے لوگوں نے یہ کہا کہ ہم بتوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا یہی کرتے آئے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام کو یہ کہنے کی بجائے کہ "تم اور تمہارے آبا و اجداد بیشک کھلی گمراہی میں ہیں" (عیاذاً باللہ) یہ کہنا چاہیئے تھا کہ بھئی میں تو تمہاری بات نہیں مان سکتا کیونکہ تم تو زمین کی اکثریت ہو اور تمہاری بات ماننا تو گمراہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے!۔ لاریب، قرآنی اصول برحق ہیں اور رہنمائی کے طلبگار کیلئے ہدایت کا سرچشمہ، لیکن قرآن کے ذریعہ گمراہی کا دفاع کرنے والا بھٹکتا ہی رہتا ہے جیسا کہ فرمایا" وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا" اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ٹھیک عمل کر رہے ہیں (الکھف : ۱۰۴) تھوڑا سا غور کر لیجیئے کہ مذکورہ بالا سورۃ انعام کی آیت میں نبی علیہ السلام کو تلقین کی جا رہی ہے کہ اکثریت کے دباؤ میں آ کر دعوت کے معاملے میں مداہنت نہ ہونے پائے،

یعنی اکثریت تو طاغوت پرست ہے اس لئے اُس کی اتباع کرتے ہوئے طاغوت کی طرف میلان نہ ہو۔ آپ نے مولویانہ انداز اختیار کرتے ہوئے اس کے معنی اپنے موقّف کی تائید میں لے لئے اور دعوت کے سیاق و سباق کی پرواہ نہ کی۔

یہ بھی خوب منافقانہ انداز اور دوغلاپن ہے کہ ایک طرف تو ڈاکٹر صاحب کی علمیت کی تنقیص ہے تو دوسری طرف اُن کی توحید پرستی اور راست بازی کی تعریف۔ ذوالوجہین کی یہی توصفت ہوتی ہے دراصل اس کے بغیر ——— اُس کا اپنا پیشہ ورانہ مقصد حاصل بھی تو نہیں ہو سکتا! آپ خود ہی دیکھ لیں کہ آپ کا طرزِ استدلال تارِ عنکبوت کی مانند بودا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"ڈاکٹر صاحب توحید کے سچے شیدائی اور سُنّت کے پرستار تھے لیکن اُنکے پاس وحی الٰہی نہیں تھی جس کے ذریعہ وہ دعویٰ کرتے کہ جن کے حالات میں نے پیش کئے ہیں وہ قطعی اور لاریب ہیں"۔ (ص۱۱)

بات تو آپنے کچھ اس انداز سے کی ہے گویا کہ وحی اُنکے پاس نہیں بلکہ آپ کے پاس ہے اور لوگوں کے جو حالات آپ پیش کر رہے ہیں وہ قطعی اور لاریب ہیں!!

شاہ صاحب! یہ آپ کا تراشا ہوا مزین انداز بیان ہے، جس سے ہر باطل پرست مسلح نظر آتا ہے۔ درحقیقت ایسا کوئی دعویٰ نہ تو ڈاکٹر صاحب نے کیا تھا اور نہ ہی ہم کرتے ہیں بلکہ یہی کہتے رہے ہیں کہ ان طواغیت اور ان کے پرستاروں کی مسلمہ کتابیں جو اُن کے نام و نشان کو باقی رکھے ہوئے ہیں وہ ان کے کفر و شرک کی گواہ

ہیں اور اب آپ پٹڑی بدلنے کے بعد اُن سے چشم پوشی کے مرتکب ہیں۔

آپ نے اپنے اور ڈاکٹر صاحب رحؒ کے علم کے لیے اپنے ذہن سے تراشے ہوئے کچھ نمونے دِکھا کر اپنے جذبۂ خود ستائی کی تسکین تو کر لی ہے لیکن یہ بھول گئے کہ لوگ اپنے منہ میاں مٹھو بن جانے والوں کو بہت جلد پہچان لیتے ہیں۔ ایک فارسی مثال ملاحظہ ہو: "تا مردِ سخن نگفتہ باشد، عیب و ہنرش نہفتہ باشد" (جب تک کوئی لب کُشائی نہ کرے اُس کے عیب و ہُنر کسی حد تک چھُپے رہتے ہیں)۔ آپ لوگوں نے تو اپنا رہا سہا بھرم بھی ٹھکانے لگا دیا! آپ نے یہ شکوہ بھی کیا ہے کہ تنظیم والے صرف اُنہی کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کی بجائے انہی میں بیان کئے گئے مسائل کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ یہ محض آپ کا تعصّب اور افترا پردازی ہے۔ پند و نصیحت کے جو الفاظ آپ نے صد ۱۲ پر لوگوں کو مغالطہ دینے کیلئے استعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمارے ساتھی انہی الفاظ کو عام دعوت الی اللہ اور انفرادی دعوت میں استعمال کرتے ہیں۔ آپ تو ہم سے سیکھے ہوئے الفاظ ہمیں ہی نصیحت کرنے یا ہمارے خلاف پروپیگنڈے میں استعمال کر رہے ہیں۔ ایں چہ بوالعجبی است؟ ویسے آپ کو ہوائی تیر چلانے کا بہت شوق ہے ورنہ جہاں آپ نے اپنی علمیت کا راگ الاپا ہے وہاں یہ بھی بتا دیتے کہ کِن کِن مسائل میں ہم قرآن وحدیث کو چھوڑ کر ڈاکٹر صاحب رحؒ کی تقلید کر رہے ہیں، ڈاکٹر صاحب ہمیشہ ہی مسائل کے جواب قرآن وحدیث سے دیا کرتے تھے اور ساتھیوں کو بھی قرآن وحدیث کے مطالعہ اور اتباع کی تلقین کرتے

تھے نا کہ اکابر پرستوں کی طرح اپنی تقلید کی۔ ہمارے ذمہ دار افراد کی بھی یہی روش ہے اور تنظیم سے علیحدگی سے قبل کبھی بھی آپ نے اس کا گلہ نہ کیا۔ ذرا غور کریں اس وقت آپ کے نزدیک اُمّ المسائل طاغوت، بالخصوص احمد بن حنبل کا دفاع ہے تو اس سلسلے میں بھی ہم نے وہ دلائل فراہم کر دیئے ہیں جو ڈاکٹر صاحب رحؒ کی حیات میں سامنے نہ آئے تھے، اس کے ثبوت کیلئے حبل اللہ" کے شمارے موجود ہیں۔ اب یہ اور بات ہے کہ آپ لوگ حق شناسی سے اتنے دُور نکل گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس بندے کے ذریعہ لگے بندھے طاغوت پرستی کے دین سے بچا کر ایمانِ خالص کی نعمت سے نوازا اُس محسن استاد کی تنقیص اور اس کی قابلِ قدر تنظیم کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے کو اب آپ نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔ اور اس کے حصول کیلئے جھُوٹ اور افترا پردازی آپ کا شعار بن گیا ہے۔

چنانچہ صد ۱۳ پر ایک شبہ کے ازالے کی کوشش ایک اور شبہ کے ذریعہ فرمائی کہ "شاید ہم لوگوں کو شوق ہے کہ کفر و شرک کے موجد کا سُراغ لگائیں"، عیاذاً باللہ، ہم تو "اُعبدو اللہ واجتنبوا الطّاغوت" کی پکار لگانے کی سُنّت کے متبع ہیں، (والحمد للہ الذی ھدانا لھذا)۔ اور اس کے ساتھ ہی سُنّت ابراہیمی جس کی نبی علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو تلقین کی گئی ہے، — کو بھی اپنی ذمّہ داری سمجھتے ہیں یعنی طاغوت کی نشان دہی اور اُس سے برارت کا اعلان "ولو کرہَ الکافرون" خواہ کافروں اور طاغوت کے پجاریوں کو کتنا ہی بُرا کیوں

ننے لگے۔ اب ہم امام پرستوں اور طاغوت کے پجاریوں کی پیروی کے مکلف تو نہیں، ہمیں تو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کا حکم ہے!

آخر میں آپ نے مغالطہ کی ٹوٹی کمان سے ایک اور تیر چلانے کی کوشش کی ہے کہ "آپ لوگ اکثر علم کی دولت سے محروم ہیں اور عربی کے اُصول و قواعد سے ناآشنا...... وغیرہ وغیرہ" (ص ۱۳) عزیزمن! یہ جلی کٹی باتیں تو گذشتہ پچیس سال سے آپ کے سارے اکابر پرست بھائی، مثلاً دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث کہتے ہی رہے ہیں جبکہ وہ اپنے اکابر طاغوتوں کا دفاع کرنے میں ناکام رہے۔ ہم نے تو کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم بڑے عالم، محدّث یا مجتہد ہیں۔ یہ جذبہ خودستائی اور متکبّرانہ القاب تو آپ لوگوں کو ہی مبارک ہوں۔ ہم تو اتنا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ بس حق و باطل کی تمیز کر لینے کے علم و صلاحیت سے اللہ تعالیٰ ہمیں نواز دے اور حق پر استقامت کی توفیق احسن عطا فرما دے، ہاں، آپ کو یہ بتاتے چلیں کہ آپ ہمیں مناظرہ بازی کی طرف گھسیٹنے کی کوشش جو کر رہے ہیں تو یہ ذوق چیمپئن شپ آپ جیسے مولویانہ اندازِ فکر رکھنے والوں ہی کو مبارک! تنظیم سے علیحدگی کے بعد آپ کو کھلی چھٹی ہے کہ قادیانیوں سے زور آزمائی کر کے دیوبندی اشاعتیوں سے واہ واہ لیں یا منکرینِ حدیث کے اکھاڑے میں اُتریں۔ ہمارے لئے دعوت الی اللہ کا طریقِ کار "ومن احسن قولاً ممّن دعا الی اللہ ___ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا تقاضا پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! نبی علیہ السلام نے مناظرہ

بازیاں کیں اور نہ صحابہؓ کو اس کی تلقین کی، البتہ وجادلھم بالتی ھی احسن کے تحت دلائل کی زبان میں ایمان باللہ اور کفر بالطاغوت کے مسئلہ کی وضاحت فرمائی اور یہی سنّتِ ابراہیمی ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ ہم بھی دعوت الی اللہ اور درس کے بعد شرکاء کو دعوت دیتے ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض یا اشکال ہو تو بیان کریں ہم انشاء اللہ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کریں گے۔ ہم "محفلِ مناظرہ" منعقد کرنے کے شوقین نہیں بلکہ حکمِ الٰہی کے پابند ہیں۔ "فذکّر ان نفعت الذکریٰ" (الاعلیٰ: ۹) (اور تم نصیحت کرو اگر نصیحت فائدہ دے)۔ اور "وذکّر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین" (نصیحت کرتے رہو کہ وہ مومنوں کیلئے نفع بخش ہے۔ ذاریات: ۵۵)۔ یاد رکھئے! قرآن نصیحت کی کتاب ہے نہ کہ مناظرے کی۔ "کلّا انّھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ" (ہرگز نہیں یہ تو صرف ایک نصیحت ہے۔ پس جو چاہے نصیحت حاصل کرے۔ (عَبَسَ آیت نمبر ۱۱، ۱۲)

قرآنی ہدایت اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور تمام انبیاء علیہم السّلام کی سُنّت ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطانی وساوس اور ہر قسم کے ارتیاب سے اپنی پناہ میں رکھے اور راہِ حق پر ثبات و استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دامن کو ذرا دیکھ ......

رفاہِ عام سوسائٹی کراچی سے جاری ہونے والے ایک کتابچہ "مقلد مفتیان کا اخلاقی و علمی جائزہ" کے عنوان سے مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا جس میں مضمون نگار نے علمی اور اخلاقی جائزہ ایسی بے علمی اور بداخلاقی سے لیا کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

کیونکہ مضمون نگار صاحب کی یہ تحریر ان کی علمیت اور بلند اخلاقی کی آئینہ دار ہے لہٰذا ہم ان کی اپنی تحریر سے ان کی اخلاقی اور علمی حیثیت کو قارئین پر واضح کریں گے۔ مضمون نگار نے اپنے مضمون "مقلد مفتیان کا اخلاقی و علمی جائزہ" میں ہمیں مقلد مفتیان جماعت اور تکفیری گروہ کے القابات سے نوازا ہے جبکہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو اختلافی گروپ کا نام دیا ہے اسی سے ان کے مزعومہ اخلاقی و علمی دعوے کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

صاحبِ مضمون اپنے مضمون کے صـ۲۳ پر خود اپنے اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

"دوسری طرف ان عتاب زدہ لوگوں کا بلند کردار ہے انہوں نے ان تمام مظالم کو خندہ پیشانی سے قبول کیا نہ ردِ عمل کے طور پر فتوے بازی کی گئی اور نہ الزامات تراشے

نہ کسی پر کیچڑ اچھالا بلکہ ہر اعتراض اور الزام کا جواب انتہائی خندہ پیشانی سے دیا کسی کو طاغوت پرست کہا اور نہ مخالفین پر کسی قسم کا فتویٰ لگایا نہ کسی کے گریبان پر ہاتھ ڈالا"۔ (مقلد مفتیان کا اخلاقی و علمی جائزہ صـ۲۳)

قارئین مضمون نگار صاحب کی درج بالا عبارت کو ذہن میں رکھیئے اور ذیل میں دی گئی عبارات کو جو اسی مضمون کا حصہ ہیں پڑھ کر فیصلہ کیجیئے کہ صاحبِ مضمون اور ان کے ساتھی اپنی اس بات پر کہاں تک کاربند ہیں۔

لہٰذا اختلافی گروپ کے مضمون نگار ہمارے بارے میں جنہیں انہوں نے پہلے ہی مفتیان جماعت اور تکفیری گروہ کا نام دیا ہے جس انداز سے رقم طراز ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

(۱) "آخرت کی فکر دلانے والے خود یومِ حساب کو فراموش کر ڈالیں اور دوسروں کو سنّت پر کاربند ہونے کی تلقین کرنے والے خود ہمارے نبیؐ فداہ امی و ابی کے فرامین اور اعمال کا مذاق اڑائیں"۔ (یادگاری مجلہ صـ۱۷)

(۲) "خیر کے داعیو! اللہ کے لیئے ذرا چند منٹ کے لیئے اپنے ذہن سے پارٹی بازی کا فتور، تعصب اور ہٹ

دھرمی کے جراثیم، ذاتی اور شخصی رجحانات نکال کر اس
عاجز کی بات پر غور فرمالیں۔" (یادگاری مجلہ ص۱۷)

(۳) "حالانکہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد تو یہ ہے کہ.......
مالک کے اس صریح فرمان کی ثقاہت کو پامال کرتے
ہوئے بھول گئے کہ ہمیں ایک دن اپنے مالک کے ہاں
بھی پیش ہونا ہے۔" (یادگاری مجلہ ص۱۸)

(۴) "اللہ کے خوف سے عاری، یوم حساب سے بے خبر ان
مفتیوں نے یہیں پر بس نہیں کی بلکہ طرح طرح کے الزام
تراشے، طرح طرح کے جھوٹ ایجاد کیئے۔" (یادگاری مجلہ ص۲۰)

(۵) "ہنگامی دورے صرف اس لیئے ترتیب دیئے گئے
کہ افواہیں نہایت تیزی سے پھیلائی جائیں جھوٹ اتنی
تیزی اور کثرت سے بولا جائے کہ سچ معلوم ہونے لگے۔"
(یادگاری مجلہ ص۲)

قارئین پیش کی گئی یہ عبارات بلند اخلاق و کردار کے حامل "اختلافی گروپ" کے مضمون نگار صاحب نے (ہمارے بارے میں جن پر انہوں نے اپنے مضمون کے عنوان ہی میں "مقلد مفتیان" کا فتویٰ لگادیا ہے) تحریر فرمائی ہیں۔

صاحبِ مضمون نے ایک طرف تو اپنے خلاف فتووں اور الزامات کا رونا رویا ہے اور اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرنے کی کوشش کی اور دوسری طرف بڑی معصومیت سے خود فتویٰ بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم پر نبی علیہ السلام کے فرامین کا مذاق اڑانے والے، اللہ کے فرمان کی ثقاہت کو پامال کرنے والے، اللہ کے خوف سے عاری، یوم آخرت سے بے پرواہ، پارٹی باز، تعصب اور ہٹ دھرمی جیسے قبیح اور بے بنیاد الزامات بھی لگائے --- ہیں اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی خود اپنے بارے میں یہی رائے ہے کہ:

"نہ ردِ عمل کے طور پر فتویٰ بازی کی گئی اور نہ الزامات
تراشے اور نہ کسی پر کیچڑ اُچھالا بلکہ ہر اعتراض اور ہر الزام
کا جواب انتہائی خندہ پیشانی سے دیا۔"

(مقلد مفتیان کا علمی و اخلاقی جائزہ ص۲۳)

اس مغالطہ انگیز اور خود فریبی پر مبنی رائے اور انداز استدلال پر تبصرہ کرنے کے بجائے "عیاں راچہ بیاں" کے مصداق زیادہ مناسب ہوگا کہ خود مضمون نگار صاحب ہی کی شہادت پیش کردی جائے تاکہ قارئین پر صاحبِ مضمون کی اس طرح کی بھونڈی الزام تراشی اور خود فریبی کی حیثیت مزید واضح ہوجائے۔

فرماتے ہیں :-

"وہ جن کا دعویٰ تھا کہ ہم حق کے داعی ہیں ان لوگوں

کا یہ حال ہو کہ وہ باہم دست و گریباں ہوں ....

ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگیں۔" (یادگاری مجلہ ص ۱۷)

کاش کہ صاحبِ مضمون "باہم دست و گریباں ہونے" اور "ایکدوسرے کی تکفیر کرنے" کا مطلب سمجھتے ہوتے ورنہ وہ اپنے مضمون کے ص ۲۳ پر یہ بات ہرگز نہ لکھتے۔ کہ:

"نہ مخالفین پر کسی قسم کا فتویٰ لگایا اور نہ کسی کے

گریباں پر ہاتھ ڈالا۔" (یادگاری مجلہ ص ۲۳)

مضمون نگار کا تحریری اعتراف خود انہی کے الفاظ میں واضح ہو کر سامنے آگیا ہے کہ وہ باہم دست و گریباں بھی ہوئے اور تکفیر کے مرتکب بھی، اب یہ اور بات ہے کہ اپنی کہی ہوئی بات خود ہی نہ سمجھیں" اور یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان جب اپنے ازلی دشمن کے آگے سپر انداز ہو جاتا ہے تو کذب و افترا پردازی اس کا معمول بنجاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ کبھی سچی بات بھی کہہ جاتا ہے جیساکہ "قد صدقك وهو كذوب" سے ثابت ہے۔

رہے انکے بے بنیاد الزامات تو ہماری پُرخلوص دعا ہے کہ اللہ رب العالمین آنکھیں بند ہونے اور نبضیں ڈوبنے سے پہلے انہیں توبہ اور رجوع الی اللہ کی توفیق سے نوازدے۔ آمین۔